حرفِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکرِ اقبال تنقید کی زد میں!

بعض معاصر علمی جرائد (ماہنامہ ''ساحل'' کراچی، ''جریدہ'' کراچی اور ''احیائے علوم'' لاہور) میں آج کل فکرِ اقبال موضوعِ سخن ہے۔ خاص طور پر خطباتِ اقبال کے بعض مباحث پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ علامہ اپنے ان افکار سے رجوع کر چکے تھے اور خطبات پر نظرِ ثانی کا ارادہ رکھتے تھے لیکن انہیں اس کا موقع نہیں مل سکا۔ علامہ کا نظریۂ اجتہاد غالباً اس بنا پر زیادہ کڑی تنقید کا نشانہ بنا ہے کہ اس میں ناقدین کو وہ قوت مضمر نظر آتی ہے جو روشن خیال مفکرین کے لیے اسلام کے جدید ماڈل کی تعمیر میں مددگار بن سکتی ہے۔ خطبات میں علامہ چونکہ اجتہادِ مطلق کے مؤید نظر آتے ہیں اور اس پر مستزاد عمل اجتہاد میں جمہوری طریق کے قائل بھی ہیں اس لیے اس اندازِ فکر کو ہمارے روایتی علمی حلقوں میں انتہائی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ہم علامہ پر ہونے والی تنقیدوں کے نہ حلیف ہیں نہ کلی طور پر حریف' ہاں اس قدر عرض کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ علامہ کے بارے میں اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ وہ معصوم عن الخطا تھے اور ہر معاملے میں صائب الرائے تھے تو وہ غلطی پر ہے۔ اور اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ وہ اسلامی علوم سے بے بہرہ' قرآن سے لاعلم اور عربی زبان و ادب سے ناواقف تھے تو یہ اس کا مغالطہ بھی ہے اور صریح زیادتی بھی۔ علامہ کے بارے میں یہ جان لینا چاہیے کہ وہ بنیادی طور پر مفکر اور فلسفی تھے نہ کہ مروّجہ معنی میں عالمِ دین۔ اسی لیے علامہ کا اندازِ فکر روایتی علمی اسالیب سے کافی مختلف تھا۔ انہوں نے خطبات میں مغرب کے سامنے اسلام کا جو مقدمہ پیش کیا وہ اُسی پیرائے میں تھا جس سے مغرب کے اہلِ علم خوب واقف تھے۔ اس بنا پر ان کی بہت سی آراء کے بارے میں روایتی علمی حلقے شدید نوعیت کی غلط فہمی کا شکار بھی ہوئے۔

'اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ' کے مالہٗ وما علیہ سے قطع نظر آج تک یہ بات کثیر المسلکی اور مختلف الصفات معاشروں میں سوالیہ نشان ہی بنی ہوئی ہے کہ کس کا اجتہاد نافذ ہوگا؟ اجتہاد کون کرے گا.... پارلیمنٹ یا وہ مجتہدین جو رسوخ فی العلم رکھتے ہیں؟...اس پر تو ایک نزاع پیدا کر لیا گیا ہے' لیکن اس بات کا جواب کس کے پاس ہے کہ ''کس کا اجتہاد بالفعل نافذ ہوگا؟'' یہ سوال بہرحال اہم ہے' چاہے خارج میں نظام پارلیمانی جمہوریت کا ہو یا شورائیت پر مبنی امارت کا۔ 'اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ' کا اس تناظر میں جائزہ فکر و خیال کے نئے دریچے کھولنے کا موجب ہو سکتا ہے۔

شاعری میں علامہ کی بعض حیثیتیں مسلّم ہیں۔ وہ ملّت کے حدی خواں ہیں' روحِ دین کے آشنا اور اسرارِ کلامِ الٰہی کے محرم ہیں۔ علامہ کی ان حیثیتوں کو چیلنج کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ان کی شاعری کو بجا طور پر الہامی کہا جا سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حالیہ بحث مباحثے سے علامہ کے وہ افکار بھی بہتر طور پر ردّ و قبول کے مرحلے سے گزر سکیں گے جو روایتی علمی حلقوں میں بلاجھجک کفر و الحاد کا الزام سر لیے ہوئے ہیں.... اور یہ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے!